اردو داستان کی جمالیات

ڈاکٹر طاہر نواز☆

Dr. Tahir Nawaz

Abstract:

Aesthetics is a very interesting topic of modern literature and literary criticism. Literature aims to provide a pleasant experience and it is a pure aesthetical concept of literature. As Urdu dastan is one of very important genres of Urdu literature which has its own world, a world full of fantasy which has its own elements of aesthetics. In Urdu dastans aesthetics do not mean static beauty but inside beauty. In this article, I have tried my best to explore and analyze the aesthetics of Urdu dastans.

جمالیات کے متبادل انگریزی اصطلاح (Aesthetics) استعمال کی جاتی ہے۔ جمالیات فلسفے کی وہ شاخ ہے جس کا بنیادی تعلق جمال یعنی حسن اور اس کے لوازمات سے ہوتا ہے۔ حسن کا عمومی تعلق خارجی دنیا سے سمجھا جاتا ہے جو کہ مطلق حسی شکل میں اپنا اظہار کرتا ہے۔ جس ہیئت یا شکل میں مطلق حسن اپنا اظہار کرتا ہے اس ہیئت یا شکل کی ہم آہنگی، توازن، اعتدال اور نظم وضبط کا نام حسن ہے۔ جمالیات جسے فلسفے کی شاخ قرار دیا جاتا ہے اس کے ذریعے عموماً کسی بھی شکل یا فن پارے کے حسن و فن کی ماہیت سے بحث کی جاتی ہے۔ کیونکہ نہ صرف انسانی دنیا بلکہ حیواناتی، نباتاتی اور جماداتی دنیا بھی ایک جمالیاتی رخ رکھتی ہے۔ جمالیات سے متعلق ثریا حسین لکھتی ہیں:

> ”جمالیات فلسفہ کی ایک شاخ ہے جو حسن و فن کی ماہیت سے بحث کرتی ہے۔ اس کے لامحدود ممکنات اور تفصیلی مطالعے پر مبنی ہے۔ یہ وہ علم ہے جو حواسِ خمسہ کے ذریعے باطنی مسرت حاصل کرنا سکھاتا ہے جس کا ادراک حواس سے ہوتا ہے۔“(۱)

ٹموتھی نے بھی جمالیات کو فلسفے کی ہی ایک شاخ قرار دیا ہے۔ اس کے مطابق جمالیات فلسفے کی وہ شاخ ہے جو کہ فطرت، خوبصورتی کے اظہار اور فائن آرٹس سے تعلق رکھتی ہے۔ اس ضمن میں وہ یوں رقمطراز ہے:

“The term aesthetics refers to an identifiable sub discipline of philosophy concerned with the nature and expression of beauty and the fine arts.” (2)

جمالیات کا براہ راست تعلق دراصل حسن اور انبساط سے ہے۔ حسن میں بنیادی اہمیت نظم، تنظیم، آہنگ، ترتیب اور تناسب کو حاصل ہوتی ہے۔ یوں جمالیات ایک ایسے علم کے طور پر سامنے آتا ہے جو کسی وجود یا تصوراتی پیکر، آہنگ اور تناسب کا حسی ادراک کرے اور اس ادراک کے نتیجے میں انسان کے اندر جذبہ انبساط پیدا کرے۔ جمالیات سے متعلق قاضی عبد الستار لکھتے ہیں:

> ''ایستھیٹکس کا لفظ یونانی زبان سے لیا گیا ہے اور یونانی زبان میں ایستھیٹکس کی ابتدائی تصویر ایک لفظ ''ایٹو ٹیکو''، ''Atotiko'' کی صورت میں نظر آتی ہے۔ ایک زمانے کے بعد ''Atotiko'' ''ایٹو ٹیکو نے ایک دوسرے لفظ ایستھیسس ''Aesthesis'' کا پیکر اختیار کر لیا جسے حواسِ خمسہ کے ذریعے مسرت کا عرفان حاصل کرنے کے معانی میں استعمال کیا گیا۔ آگے چل کر اسی لفظ ایستھیس ''Aesthesis'' نے ایستھیٹک ''Aesthetic'' کا روپ اختیار کر لیا۔''[۳]

ان تعریفات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جمالیات بنیادی طور پر ایک انتہائی معنی خیز اصطلاح ہے اور بالخصوص ادب میں اس کی معنویت اپنی تہہ داری کے ساتھ پھیلی ہوئی ہے۔ اس ضمن میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ادب خالصتاً جمالیات کی دین ہے۔ جمالیات ہی مشاہدے اور تجربے کو فنی حیثیت عطا کرتی ہے وگرنہ ہم میں سے ہر کوئی ہر وقت میں کچھ نہ کچھ نہ صرف مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے بلکہ کسی نہ کسی تجربے سے بھی گزر رہا ہوتا ہے۔ تاہم نہ تو ہر مشاہدہ اور نہ ہی ہر تجربہ فن کی حیثیت حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ یہ جمالیات کا ذوق ہی ہے جو اس مشاہدے اور فرد کے اس تجربے کو فن کے مقام پر لے آتا ہے۔ جمالیاتی فکر و نظر سے تخلیق کار کے نقطہ نظر میں کشادگی پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی تخلیق میں جلال و جمال کا باہمی نظام قائم ہوتا ہے۔ پروفیسر شکیل الرحمٰن اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''جمالیات کی مدد کے بغیر فنونِ لطیفہ کا مطالعہ ہی ممکن نہیں ہے۔ جمالیات تو فنون کی روح ہے۔ اس اصطلاح کا سب سے زیادہ اور واضح مفہوم یہ ہے کہ فن کار کے جمالیاتی شعور نے حیات و کائنات کے جلال و جمال سے کس نوعیت کا تخلیقی رشتہ قائم کیا ہے اور جو تخلیق سامنے آئی ہے اس کا حسن کیا ہے، کیسا ہے۔ ایسی دریافت سے جہاں سماج کے جمالیاتی مزاج اور رجحان کی پہچان ہوتی ہے، وہاں یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ فن کار کے جمالیاتی تجربوں نے سوسائٹی کے بدن میں کس نوعیت کی تحریک پیدا کی ہے۔''[۴]

انسان اس دنیا میں دیگر موجودات کے مقابلے میں زیادہ آزاد و بااختیار ہے لیکن اس آزادی نے اس پر ذمہ داریوں کا اس قدر بوجھ ڈال دیا ہے کہ بعض دفعہ اسے یہ آزادی خود ایک قید معلوم ہوتی ہے۔ ان غموں، دکھوں، تکلیفوں اور پریشانیوں سے تنگ آکر وہ طمانیت اور سکون کی ضرورت محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ یہ خواہش اس کی عزیز اور عظیم ترین بن جاتی ہے۔ راحت کی خواہش، عیش و فراغت کی جستجو فطرتِ انسانی کا بہت عام اور ممتاز میلان ہے۔ انسان جوں جوں باشعور اور بااختیار ہوتا گیا توں توں اس نے فطرت کے مقابلے میں سکون اور آسائش کی صورتیں اور مواقع پیدا کر لیے۔ لیکن اس پر شکوہ طرزِ زندگی کے باوجود انسان دیگر حیوانات کے مقابلے میں صرف راحت طلب اور عیش کوش ہی نہیں ہے۔ مخالف خارجی حالات و عوارض کے مقابلے اور ان کو برداشت کرنے سے انسان میں ادراک، تعقل اور تفکر پیدا ہوا اور مسلسل محنت اور پے بہ پے سعی و عمل نے اس کے اندر وہ شعور پیدا کیا جو اول اول بیک وقت افادی اور جمالیاتی تھا۔ انسان کا یہ شعور ہر تجربے اور ہر اصلاحی کوشش کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا۔ اسی محنت اور کوشش نے انسان کی زندگی کو دوسری مخلوقات کے مقابلے میں زیادہ عظیم، مقدس اور مستقل طور پر زیادہ خوش آئند بنایا ہے۔ اس سب کے باوجود انسان کی بہترین زندگی کی خواہش ختم نہیں ہوتی۔ ایک ایسی زندگی جو اعلیٰ ترین، باشعور اور بامقصد ہو۔ اس ضمن میں الیگزینڈر ربیوروف لکھتے ہیں:

> ''اس امر کو کہ انسان کے نزدیک زندگی کی شکل و صورت کیا ہونا چاہیے۔ بہ الفاظِ دیگر بحیثیت انسان زندگی کا دل پسند خاکہ اپنے معاشرتی، روحانی اور اخلاقی محدود کے مطابق بناتے ہیں نہ یہ کہ ان سے نیچے گر کر اس سے ادنیٰ زندگی کو اپناتے ہیں۔ جمالیاتی مطمع نظر وہ ادعا ہے جس کی شکل پذیری انسان کے عین تاریخ اور حالات نے اس اعتبار سے کی ہے کہ انسان کی بھرپور زندگی کیسی ہونی چاہیے۔''(۵)

خارجی عوامل میں انسان کا پہلا واسطہ فطرت سے قائم ہوتا ہے یوں فطرت کا جمالیاتی ادراک اس کے لیے قابلِ نشاط بن جاتا ہے۔ ابتدا میں وہ مظاہرِ فطرت کے بارے میں کم علم ہوتا ہے۔ اس کی کم علمی اور اس کا آئے روز بڑھتا ہوا مشاہدہ اس کے لیے حیرت کا باعث بنتا رہتا ہے۔ لیکن پھر مظاہرِ فطرت پر انسان کی علمی اور عملی گرفت جتنی زیادہ ہوتی جاتی ہے اس کے لیے ان مظاہر میں حسن بھی بڑھتا جاتا ہے۔ قدیم عہد میں ان مظاہر کو انسانی شکل یا روپ میں پیش کیا جاتا رہا جیسا کہ اساطیر اور داستانوں میں ملتا ہے۔ انسان نے ان مظاہر کو بھی ایسے ہی روپ میں ڈھال

دیا جیسی وہ زندگی گزار رہا تھا یا پھر گزارنا چاہتا تھا۔ یوں انسان اور ان مظاہرِ فطرت کی تنبیق سے فطرت کے ان مظاہر کے خصائل کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ یہ اہمیت نہ صرف اپنی جگہ پر برقرار رہی بلکہ انسان نے اپنے تخیل کی بدولت اس کو مزید بڑھاوا دیا۔ انسان اور مظاہرِ فطرت کی یہ تنبیق اردو داستان میں عام ملتی ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اردو کی کوئی ایک داستان بھی اس تنبیق کے بغیر نہیں ملتی تو یہ غلط نہ ہو گا۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ ان مظاہر کو جن کو چرند و پرند، جن و پری کے قالب، ہیئت یا روپ میں پیش کیا گیا ہے ان کا ایک حقیقی انسان سے مادی اور اخلاقی اعتبار سے تعلق دریافت کیا جائے۔

انسان کی زندگی ظاہر اور باطن میں منقسم ہوتی ہے۔ ظاہر کے مقابلے میں باطن ایک ایسا لامتناہی زندگی کا سلسلہ ہے جس کا ادراک انسان اپنے تمام تر علوم کے باوجود نہیں کر سکا۔ انسان کی اس باطنی دنیا کو عموماً روحانیت کی دنیا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسان کو اپنی دنیا کے علاوہ جن دوسری دنیائوں سے واسطہ پڑتا ہے ان میں جمادات، نباتات، حشرات الارض اور چرند و پرند کی ہیں اور یہ تمام دنیائیں اس کی اپنی دنیا کے ساتھ ساتھ عجائبات کا مجموعہ ہیں۔ انسان ان دنیائوں کی تفہیم اور تعبیر کے لیے نامعلوم وقت سے کوشاں ہے۔ انسان کی اسی خواہش نے ادب میں بھی جگہ پائی اور یہ خواہش اساطیر، نثری اور منظوم داستانوں کی صورت میں عام ملتی ہے۔ انسان نے ان تمام دنیائوں کے لیے مختلف پیکر تراشے، ان کے لیے علامات وضع کیں، انہیں انسانی خصوصیات کا حامل ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ ماورائی کرداروں کو انسانی شکل و صورت میں پیش کیا اور انسانی کرداروں کو ماورائی کرداروں کے مقابلے پر پہنچایا گیا۔

ادب میں انسان کے جمالیاتی ادراک کی نوعیت کیا ہو گی؟ اگر ادب کو صرف تفریح کا ذریعہ قرار دے دیا جائے تو اس طرح ادب انسان کے جمالیاتی حظ کی تسکین کا براہ راست ذریعہ بنتا ہے لیکن ادب صرف تفریح کا ہی ذریعہ نہیں ہوتا۔ ادب کی تخلیق کا مقصد اس سے کہیں زیادہ بلند، واضح اور صاف ہوتا ہے جو انسان کے علمی تجسس اور علمی رجحان کو زیرِ مشاہدہ چیز کے ذریعے اس کے جمالیاتی ادراک کے تابع بنا دیتا ہے۔ جمالیات کو محض حسن (Beauty) کے تابع نہیں کیا جا سکتا نہ ہی محض حیاتیاتی مقصد کے تحت حسن کی تاویل کی جا سکتی ہے۔ حسن مجرد ہو یا پھر تجسیمی اس کو سات درجات مجازی حسن، حقیقی حسن، ازلی حسن، لافانی حسن، ملکوتی حسن، لاہوتی حسن اور حسنِ

مطلق میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام خوبصورتیوں میں انسان حسنِ مطلق کا ہمیشہ سے متلاشی اور طلبگار رہا ہے۔ اسی سے متعلق مجنوں گورکھپوری لکھتے ہیں:

''انسان طبعاً حسن شناس، حسن پرست اور حسن آفریں ہے۔ حسن اور عشق انسان کے فطری عناصر ہیں۔ اور متصوفین کا تو یہ دعویٰ ہے کہ کون و فساد کے یہ تمام ہنگامے ایک حسنِ مطلق کے نت نئے جلوے ہیں۔''(۶)

مشترکہ ہندوستان بھی قصے، کہانیوں اور داستانوں کے حوالے سے ایک قدیم اور اہم ملک تھا۔ ہندوستانی ذہن نے داستانوی ماحول میں نت نئی کہانیاں اور حکایتیں نہ صرف خلق کیں بلکہ اپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے دیگر زبانوں کی داستانوں سے بھی استفادہ کیا۔ ان داستانوں کو نہ صرف ہندوستان کی عام بول چال کی زبانوں میں ترجمہ کیا بلکہ تخلیقی اعتبار سے ہندوستانی تخلیق کاروں نے کتنے ہی داستانوی اور دیومالائی کرداروں کو تراشا ہے۔ ان داستانوں، حکایتوں اور قصوں میں جہاں انسان کی بنیادی جبلّتوں کا اظہار ملتا ہے، وہاں زندگی میں تنظیم پیدا کرنے اور زندگی کے حسن سے لطف اندوز ہونے اور مختلف ذہنی سطحوں پر جمالیاتی آسودگی حاصل کرنے کی آرزو بھی ہے۔ ہندوستانی اساطیر اور داستانوں میں جذبات کی عجیب و غریب دنیا ملتی ہے، جہاں اسرار، تحیر، دہشت، محبت، جنس اور مابعد الطبیعاتی اور دینی تجربوں کی انگنت جمالیاتی جہتیں ہیں۔ اردو داستان گو نے شعوری یا لاشعوری طور پر چاہے کسی بھی حقیقی یا غیر حقیقی ملک کا نقشہ کھینچا ہو اس کی طبعی جمالیات میں اسلامی ملکوں کی تہذیب، ہندوستانی اور اسلامی تہذیب کی آمیزش اور اس کے تہذیبی جلوے، نقاشی، موسیقی، رقص، فنِ تعمیر کی جمالیاتی جہتوں، شعری جمالیات، زبان و بیان اور اسالیب کی جمالیات کی سحر انگیزی عام ملتی ہے۔ اس بارے میں پروفیسر شکیل الرحمٰن لکھتے ہیں:

''ہند مغل جمالیات میں داستانی فضا، داستانی رومانیت اور داستانی سحر آفریں واقعات و کردار کی جو اہمیت ہے، ہمیں معلوم ہے۔ سنسکرت اور پراکرتوں کی کہانیاں اور عربی اور فارسی حکایتیں اور داستانیں اپنی بے پناہ رومانیت کے ساتھ اس جمالیات کے پسِ منظر میں موجود ہیں۔ ہند مغل جمالیات نے شاعری، مصوری، صورت گری، مجسمہ سازی، فنِ تعمیر اور عوامی گیتوں اور نغموں میں داستانیت کو شدت سے جذب کیا ہے، شعری روایات میں داستانی کردار اور ان سے وابستہ حکایات اور واقعات عام ملتے ہیں۔''(۷)

اردو داستان کی خاصیت مطلق کی تلاش ہے۔ داستان کے مرکزی کردار کاملیت کی تلاش میں رہتے ہیں۔ خوبصورت ترین خوبصورتی، پر جلال ترین جلال، عظیم ترین عظمت اور حیاتِ جاوید۔ یہ چار چیزیں ہیں جن کے لیے انسان ہمیشہ بے چین رہا ہے۔ بالکل کھوٹ اور ریاکاری سے پاک عشق، ایثار اور جانثاری سے بھرپور محبت، ناقابلِ شکست قوت، مطلق پارسائی۔ یہ اور ان جیسے دیگر مطلق کام اور صفات جن کی انسان کو مستقل تلاش رہی ہے اور آج بھی انسان کا مقصود ہیں۔ داستانوں کو ان کے عہد میں اس لیے سب سے زیادہ پذیرائی ملی کہ وہ انسان کے اسی منتہائے مقصود کو پیش کرتی رہی ہیں۔ داستان گوؤں نے شعوری طور پر ایک ایسا جہاں تخلیق کیا ہے جو انسان کا منتہائے مقصود رہا ہے اور ایسے کردار تراشے ہیں جو اس کے آئیڈیل ہیں۔

تاہم یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ مطلق کے حسی اظہار کو حسن کہا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حسن کا ایک اور تصور بھی ہے جس کا تعلق روح کے ساتھ ہے جس کے مطابق کوئی بھی حسین شے اپنے آپ میں حسین نہیں ہوتی۔ اس کا حسن اس کے تصور یا حقیقت (مطلق) کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب ذہن حسی چیزوں میں آئیڈیا یا حقیقت دیکھتا ہے تو اس کے حسن کا ادراک ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حسن بھی مطلق میں ہی چھپا رہتا ہے اور اسی مطلق کی وجہ سے کوئی شے حسین معلوم ہوتی ہے۔ یہی مطلق اور کاملیت اردو داستان کا خاصا ہے۔ اردو داستان کے کردار ظاہری حلیے میں کسی بھی نوعیت کے ہوں داخلی کیفیات، محسوسات اور خصوصیات میں ایک کامل انسان کی طرح برتائو کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کاملیت اردو داستان کے مختلف کرداروں کو دو انتہائوں پر لے جاتی ہے۔ اگر کوئی کردار برا ہے تو وہ انتہائی برا ہے اور اگر کوئی کردار اچھا ہے تو وہ اچھائی میں درجہ کمال پر دکھائی دیتا ہے۔ اسی لیے ناقدین اور محققین اردو داستان کے کرداروں کو ساکت اور جامد قرار دیتے ہیں لیکن وہ اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ داستان گو مطلق اور انتہائی کامل کی تلاش میں ہے۔ یعنی ایک ایسا کردار جسے آئیڈیل کے درجے پر فائز کیا جاسکے۔ داستان گو اپنے معاشرے کا کردار پیش نہیں کر رہا بلکہ وہ خصوصیات کے اعتبار سے ایک ایسا کردار پیش کرتا ہے جو اسے اپنے معاشرے میں دکھائی نہیں دیتا اور اسی مطلق اور خالص انسان کی اسے تلاش ہے۔ یعنی ایک ایسا انسان جو موجود نہیں ہے لیکن ایک موجود انسان کو جیسا ہونا چاہیے ویسا ہی کردار داستان گو بنا کر پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ داستانوی کردار کے ان ہی خصائل کے بارے میں لطف الرحمٰن لکھتے ہیں:

"حسن کی صفت کے طور پر آزادی ، بے ساختگی اور لامتناہیت کو اہمیت دی گئی ہے۔۔۔جو طبع آزاد اور انفرادیت رکھتا ہو جس سے سارے اعمال خود بخود سرزد ہوتے ہیں۔ اس کے اوپر کچھ لادا نہیں جاتا ہو۔ جو بہت مرتب و منظم ہو۔ جس میں کسی طرح کی کمی نہ ہو جو دلیر، جیبر، ہمت ور اور بہادر ہو۔ ایسے ہی کردار کو ہیگل حسین کردار کہتا ہے۔"(۸)

اردو داستان کی جمالیات کا براہ راست تعلق انسان کی حقیقت اور اس کی ممکنات کی حدود سے ہے۔یعنی اردو داستان کی جمالیات کا تعلق انسان کی خود آگہی سے ہے کیونکہ حقیقت یہ بھی ہے کہ موجودہ علمی ترقی کے دور میں بھی انسان کا سب سے بڑا مسئلہ خود انسان ہی ہے۔ علمی ترقی کی بدولت جس قدر انسان فطرت پر اقتدار حاصل کرتا جا رہا ہے، جتنی زیادہ آسانیاں اور سہولیتں انسان کو میسر ہوتی جا رہی ہیں اسی نسبت سے یہ مسئلہ مشکل تر ہوتا جا رہا ہے، اس میں الجھنیں اور ابہام بڑھتا جارہا ہے۔ انسان اپنے علم کے ذریعے کائنات کے اسرار و رموز کو حل کرتا جارہا ہے لیکن اس تمام ترقی کے باوجود یہ سوال کہ خود انسان کیا ہے؟اس کی ممکنات کیا ہیں؟ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے اور یہ سوالیہ نشان ہر روز بڑھتا جارہا ہے۔ یہ سوال انسان کے اندر ایک طرح کا خالی پن پیدا کرتا ہے جس کو پر کرنے کی انسان ہمیشہ سے کوشش کرتا رہا ہے اور آج کے علمی دور میں بھی اسی کوشش میں مگن ہے۔ کرسٹین ہیرویز اس بارے میں لکھتے ہیں:

"But incomplete as we are, we carry within ourselves a desire for completeness love to a desire for completeness. Beauty is then defined as the object of love."(9)

انسان کا جوہر وہ بلند حقیقت ہے جسے انسانیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسانیت کی جمالیات حسن، سچائی، ضابطہ اخلاق، دائمی صفات اور حتمی اقدار ہیں جنہیں انسان نے ہزاروں سال کے تہذیبی اور ثقافتی ارتقا کے بعد پایا ہے اور جنہیں انسانیت کے لیے لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ سائنسی علوم کی ترقی نے انسان کے اندر ہر چیز کی حقیقت جاننے کی جستجو اور زیادہ بڑھا دی ہے اور اسے پرکھنے کا ایک خاص زاویہ بھی عطا کیا ہے۔ لیکن اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ جس عہد میں سائنسی علوم نے اتنی زیادہ ترقی نہیں کی تھی تو اس عہد کا انسان اس کی جستجو نہیں کرتا تھا کہ سچائی کیا ہے؟انسان کی، اس کائنات کی، اس میں موجود تمام اشیا کی اور بالخصوص انسان کا ان تمام اشیا سے کیا تعلق ہے۔ ان

سب سوالوں کا جواب داستانوی عہد کے انسان کو بھی درکار تھا۔ انسان کو ہمیشہ سے ان خصوصیات کی تلاش رہی ہے جنہیں آئیڈیل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور آئیڈیل خصوصیات کو حاصل کرنے کے لیے طویل اور مسلسل جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ داستانوی کرداروں کو بھی گوہرِ مقصود کو حاصل کرنے کے لیے کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ جان جوکھم میں ڈالنی پڑتی ہے یہاں تک کہ وہ اپنے تمام کم تر مفادات کو کسی اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے قربان کر دیتے ہیں اور بالآخر یہ سب مراحل انہیں گوہرِ مقصود کے حصول کے ساتھ ساتھ عظمت کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر احسن فاروقی رقمطراز ہیں:

> ''یہ داستانیں اگر ایک طرف زندگی کی بہت سی بنیادی حقیقتوں کے بیان سے منہ چراتی ہیں۔ تو دوسری طرف اس اخلاق اس ترقی کی خواہش اور اس جدوجہد کی ترجمانی کرتی ہیں جو اونچا طبقہ اپنے پیشِ نظر رکھتا تھا۔ مذہبی قدروں کو بھی پورے طور پر مدِ نظر رکھتا ہے۔ اس طرح نیکی کے جذبوں کے علاوہ قناعت، توکل اور درگزر کے جذبات اور روحانیت کی قدروں کو بھی بہت حد تک ابھارا گیا ہے۔ داستان گو کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیا کے کسی پہلو سے متاثر ہو کر جو کیفیت اس پر طاری ہوئی تھی وہی قاری پر بھی طاری ہو جائے اور اس کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ قاری کی رائے پر قابو حاصل کر کے اسے نئی قدروں سے آشنا کرے تا کہ قاری بالکل نہیں تو کچھ نہ کچھ اس کا ہم خیال ضرور ہو جائے۔''(۱۰)

اردو داستان کی جمالیات کو اس تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے کہ داستان گو اشخاص، چیزوں اور نظریات کو جہاں اور جیسے کی بنیاد سے ہٹ کر محض حقیقت پسندی کے زعم میں ریکارڈ اور واقعات کے تاریخی بیانیے کی بجائے اس سے زیادہ بہترین صورت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ یہاں پر سوال یہ ہے کہ کیا ادب میں ہم صرف حقیقت پر ہی جمالیات کا تصور باندھتے ہیں؟ ادب کا مقصد صرف حقیقت کو ظاہر کرنا نہیں ہے۔ ادب کا مقصد ایک خاص نوعیت کا خوشگوار تجربہ فراہم کرنا ہوتا ہے اور وہ ادب کا خالص جمالیاتی تصور ہوتا ہے۔ کسی بھی ادب پارے کو جمالیاتی نقطہ نظر سے دیکھتے ہوئے یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ حقیقی ہے یا غیر حقیقی بلکہ یہ دیکھنا زیادہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ادب پارہ جمالیاتی حظ دینے میں کامیاب ہوا ہے کہ نہیں۔

ہماری زندگی کی بے اطمینانی مسلم ہے۔ انسانی دل میں جو تمنائیں ابھرتی ہیں اور جو اطمینان روح ڈھونڈتی ہے وہ ہر انسان کو اس دنیا میں میسر نہیں۔ اس کے لیے انسان کو ہمیشہ سے

ایک آئیڈیل اور کسی راہِ نجات کی تلاش رہی ہے اور یہ راہِ نجات ہمیں وہ دوسری دنیا یا زندگی دکھاتی ہے جو ہماری روز مرہ کی زندگی سے مختلف اور بظاہر عجیب و غریب ہے لیکن کہیں نہ کہیں ہمارے خوابوں اور خیالوں میں بستی ہے۔ یہ دوسری دنیا اور زندگی زیادہ رنگین، متنوع اور دلچسپ ہوتی ہے۔ یہ حقیقی دنیا کی طرح محدود نہیں بلکہ اس کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ اس دوسری دنیا میں انسان کو اس کی عظمت سے محروم کیے بغیر اس کی ساری تمنائیں پوری ہوتی ہیں۔ اس دوسری دنیا میں انسان کو اپنی زندگی مہمل اور بے معنی معلوم نہیں ہوتی اور اس کی روح کو سکون بھی مل جاتا ہے۔ جن مطلق صفات کا وہ متلاشی ہوتا ہے اس دوسری دنیا میں اسے میسر ہوتی ہیں۔ اس دوسری دنیا کی زندگی میں معنی خیزی ہوتی ہے، اس میں لطافت اور حقیقی مسرت ہوتی ہے۔ یہی دوسری دنیا، اس کی اشیا اور زندگی دراصل داستان کی دنیا ہے۔ بظاہر یہ ہماری دنیا نہیں ہے اور محض اسی بنا پر اسے تنقیص کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے اور نہ ہی اسے عجائب و غرائب کی بنا پر محض حقیقت پسندی کے زعم میں بالکل ہی نظر انداز کر دینا چاہیے۔ یہ کسی حد تک حقیقی دنیا اور زندگی نہ سہی لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ انسان ہمیشہ سے اس دنیا اور ایسی زندگی کا آرزو مند رہا ہے۔ انسان جیسی زندگی اور دنیا کی جستجو کرتا ہے اردو داستان اس کو مکمل صورت میں پیش کرتی ہے اور یہی داستان کی جمالیات ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ثریا حسین، جمالیات اور ادب، لیتھولر پرنٹرس، علی گڑھ،۱۹۷۹، ص ۱۱

2. Timothy M. Costelloe, The British Aesthetics Tradition: From Shaftesbury to Wittgenstein, Cambridge University, P 1

۳۔ قاضی عبدالستار، جمالیات اور ہندوستانی جمالیات، ادبی پبلیکیشنز، علی گڑھ،۱۹۷۷، ص ۱۱

۴۔ شکیل الرحمٰن، پروفیسر ادب اور جمالیات، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، دہلی،۲۰۱۱، ص ۳۰

۵۔ الیگزینڈر بیوروف، مارکسی جمالیات کے دو بنیادی مسائل، مشمولہ مضامینِ جمالیات، مترجم فاخر حسین، نگارشات پبلشرز، لاہور،۱۹۸۸، ص ۱۱۱

۶۔ مجنوں گورکھپوری، تاریخِ جمالیات، یعنی فلسفہ حسن پر مختصر تاریخی تبصرہ، انجمن ترقی ہند، علی گڑھ،۱۹۵۹ء، ص ۱۲

۷۔ شکیل الرحمٰن، پروفیسر، ادب اور جمالیات، ص ۱۰۸

۸۔ لطف الرحمٰن، جدیدیت کی جمالیات، صائمہ پبلی کیشنز، بھیونڈی،۱۹۹۳، ص ۱۰۹

9. Karsten Harries, History of Aesthetics, Yale University, 2012, P7

۱۰۔ محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر، نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر، ناول کیا ہے، درد اکادمی، لاہور،۱۹۶۴، ص ۶۱